صدقتہ الفطر

احکام ومسائل

ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

نبی اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تواللہ کی طرف سے اسلامی نظام زندگی کی تدریجاً تکمیل عمل میں آئی چنانچہ تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے اور ماہ رمضان کے اختتام پر صدقہ فطر کے احکام سے آپ کو آگاہ کیا گیا جنہیں اس امید پر سپرد قرطاس کیا جارہا ہے کہ ہمارے معزز قارئین ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کریں گے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی کوروا نہیں رکھیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

وجہ تسمیہ

فطر کے معنی روزہ کھولنا یا ترک کرنا ہے چونکہ یہ صدقہ رمضان المبارک کے روزے پورے کرنے کے بعد ادا کیا جاتا ہے۔ اس لئے صدقہ الفطر کہلاتا ہے۔

شرعی حیثیت

صدقہ فطر فرض ہے۔ جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔ امام بخاری نے اس کے متعلق یوں عنوان قائم کیا ہے "باب فرض صدقہ الفطر" یعنی صدقہ فطر کی فرضیت کا بیان۔

پھر اس کی فرضیت ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث لائے ہیں۔

"فرض رسول اللہ ﷺ زکوۃ الفطر" (کتاب الزکاۃ باب فرض صدقۃ الفطر)

امام مسلم نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض زكوة الفطر من رمضان على كل نفس من المسلمين۔ (مسلم كتاب الزكوة

باب زکوۃ الفطر)
رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ہر فرد پر صدقہ فطر فرض قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے صدقۃ الفطر کی فرضیت کی تصریح فرمائی ہے نیز اسے زکوۃ الفطر سے تعبیر کرنے والی حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

بعض فقہا کی رائے کے مطابق اس کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے مندرجہ ذیل حدیث دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدقۃ الفطر قبل ان تنزل الزکوۃ فلما نزلت الزکوۃ لم یا مرنا و لم ینھنا و نحن نفعلہ۔ (نسائی کتاب الزکوۃ باب فرض صدقۃ الفطر قبل نزول الزکوۃ)

نبی اکرم ﷺ نے ہمیں زکوۃ اموال کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا جب زکوۃ کے احکام نازل ہوئے تو آپ نے اس کے متعلق (دوبارہ) کوئی حکم نہ دیا اور نہ ہی اس کی ادائیگی سے منع فرمایا اور ہم اسے ادا کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا یہ کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ لہذا یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ (فتح الباری ص۳٦۸ ج۴)

یہ جواب اس لئے درست نہیں ہے کہ مذکورہ روایت میں کوئی راوی مجہول نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے دو طریق ہے۔

(الف) حکم بن عتیبہ عن القاسم عن عمرو بن شرجیل عن قیس بن سعد (نسائی حوالہ مذکور)

(ب) سلمہ بن کہیل عن القاسم عن ابی عمار الصمدانی عن قیس بن سعد (ابن خزیمہ

ص۸۱ ج۴)

یہ دونوں سندیں صحیح ہیں اور ان کے راوی بھی ثقہ ہیں۔ البتہ پہلی سند میں عمرو بن شرجیل نامی ایک راوی ہے جس کی ابن حبان کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے توثیق نہیں کی۔

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جب صدقہ فطر پہلے فرض قرار دے دیا گیا تھا تو زکٰوۃ اموال کے نزول کے ساتھ اس کی فرضیت منسوخ نہیں ہو گی کیوں کہ ایک فرض کا نازل ہونا دوسرے فرض کے ساقط ہونے کو ملتزم نہیں جب کہ دونوں کی حیثیت بھی الگ الگ ہے صدقہ فطر نفوس سے متعلق ہے جب کہ زکٰوۃ اموال سے تعلق رکھتی ہے۔ (فتح الباری ص۳۶۸ ج۴)

یہ جواب عقل و نقل کے عین مطابق ہے چنانچہ امام نسائی اور محدث ابن خزیمہ نے بالترتیب اس حدیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے۔

۱۔ باب فرض صدقتہ الفطر قبل نزول الزکوۃ

۲۔ باب ذکر الدلیل علی ان الامر بصدقۃ الفطر قبل فرض زکٰوۃ الاموال۔

وضاحت

علامہ ابن حزم نے امام مالک کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی صدقۃ الفطر کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں۔ (محلی ابن حزم ص۱۱۸ ج۶)

حالانکہ امام مالک اسے ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں

تجب زکوٰۃ الفطر علی اہل البادیۃ کما تجب علی اھل القری۔
(مؤطا امام مالک مع تنویر الحوالک ص۲۰۹ ج۱)

یعنی زکٰوۃ فطر اہل دیہات پر بھی فرض ہے جیسا کہ شہر کے رہنے والوں کے لئے

اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نزول زکوٰۃ کے بعد بھی صدقہ فطر کی فرضیت برقرار ہے۔

صدقہ فطر کا مقصد

نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر کے دو مقاصد بیان فرمائے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

- دوران رمضان روزہ کی حالت میں صرف کھانے پینے پر ہی پابندی نہیں ہوتی بلکہ ہر عضو بالخصوص زبان پر کنٹرول کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو روزے دار اپنی زبان سے جھوٹ اور فحش گوئی ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے روزے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تاہم شرعی تقاضے کے مطابق احتیاط کے باوجود روزے دار سے کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں یعنی بعض اوقات اس کے منہ سے کوئی بے ہودہ بات نکل جاتی ہے یا کسی کی غیبت کر بیٹھتا ہے اس قسم کی غلطیوں کی تلافی کے لئے صدقہ فطر کو کفارہ کی حیثیت دی گئی ہے۔
- دوسرا مقصد یہ کہ مسلم معاشرہ میں سب لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ قسام ازلی کی تقسیم سے بعض لوگ صاحب حیثیت ہوتے ہیں جب کہ کچھ مفلس اور نادار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت کے مال میں غرباء و مساکین کا بھی حق رکھا ہے۔ صدقہ فطر اس حق کی ایک عملی شکل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان مقاصد کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

زکوٰۃ الفطر طهرة للصيام من الرفث و اللغوو طعمة للمساكين۔
(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر)

صدقہ فطر روزہ داروں کے لئے فحش گوئی اور لغویات سے پاکیزگی کا باعث ہے اور غرباء اور مساکین کے لئے خوراک کا ایک ذریعہ ہے۔

صدقہ فطر کس پر فرض ہے

صدقہ فطر ادا کرنے میں صاحب نصاب ہونا شرط نہیں ہے بلکہ ہر شخص پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے جس کے پاس عید کے دن اپنے اہل و عیال کی خوراک سے اتنا غلہ زائد موجود ہو کہ وہ گھر کے ہر فرد کی طرف سے فطرانہ ادا کر سکے۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں

ولا یعتبر فی زکوٰۃ الفطر ملک نصاب بل تجب علی کل من ملک صاعاً فاضلاً عن قوتہ یوم العیدو لیلتہ وہو قول الجمہور۔ (اختیارات ص۱۰۲)

زکوٰۃ فطر میں نصاب کی ملکیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ ہر انسان پر واجب ہے جو عید کی رات اور دن اپنی خوراک ایک صاع زائد رکھتا ہو یہی جمہور علماء کا قول ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکوٰۃ الفطر صاعاً من تمراو صاعاً من شعیر علی حرا و عبداو ذکر او انثی من المسلمین۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب صدقۃ الفطر)

رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام کے تمام افراد پر خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ایک صاع کھجور یا جو بطور فطرانہ فرض قرار دیا ہے۔

نیز ان تمام افراد کا صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے جن کی کفالت اس کے ذمہ ہے اس میں تمام بیوی بچے وغیرہ آجاتے ہیں۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

فرضها رسول الله صلی الله علیہ وسلم علی المسلم و علی من یمونہ۔ (زادالمعاد ص۳۱۳ ج۱)

نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر مسلمان اور جس کی وہ کفالت کرتا ہے ان سب پر فرض قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے

امر رسول الله صلی الله علیہ وسلم بصدقة الفطر عن الصغیر و الکبیر و الحرو العبد ممن تمونون۔ (دارقطنی ج۲ ص۱۴۰)

نبی اکرم ﷺ نے ہر شخص کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جس کی تم کفالت کرتے ہو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، آزاد ہو یا غلام اس کی سند حسن ہے۔ (ارواء الغلیل ص۳۲۰ ج۳)

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق حدیث میں ہے

انہ کان یعطی صدقة الفطر عن جمیع اهلہ صغیرهم و کبیرهم عمن یعول۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے تمام اہل و عیال کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے جن کی وہ کفالت کرتے تھے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں

حتی انہ کان یعطی عن بنی۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰة باب صدقة الفطر علی الحروالعبد)

ابن عمر رضی اللہ عنہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

امام احمد جنین (وہ بچہ جو شکم مادر میں ہو) کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ (نیل الاوطار ص۲۵۱ ج۴)

ابن قدامہ نے حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جنین کی طرف سے

فطرانہ ادا کرتے تھے۔ (مغنی ص ۸۰ ج ۳)

اس اثر کی سند ضعیف ہے (ارواء الغلیل ص ۳۲۱ ج ۳)

واضح رہے کہ صدقۃ الفطر صرف روزہ داروں پر ہی فرض نہیں ہے بلکہ بچے، بوڑھے اور بیمار وغیرہ جو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے وہ بھی فطرانہ ادا کریں۔ بچوں کے لئے اگرچہ طهرۃ للصیام نہیں ہے تاہم "طعمة للمساکین" کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی طرف سے بھی فطرانہ ادا کیا جائے۔ البتہ کھیتی باڑی دوکانداری یا گھر کے کام کاج کے لئے رکھے ہوئے نوکر اپنا فطرانہ خود ادا کریں گے اس کی ادائیگی مالک کے ذمہ نہیں ہے۔

فطرانہ کس چیز سے ادا کیا جائے

حضرت ابن حزم کا موقف ہے کہ فطرانہ میں صرف کھجور یا جو دیے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری اشیاء سے صدقہ فطر جائز نہیں۔ (محلی ابن حزم ج ۶ ص ۱۸۸)

علامہ موصوف کا یہ موقف احادیث کے خلاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں ہے

فکان ابن عمر رضی الله عنهما یعطی التمرفاعوز اهل المدینة من التمر فاعطیٰ شعیراً۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الزکوٰة باب صدقته الفطر علی الحر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فطرانہ میں کھجوریں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اہل مدینہ کھجوریں حاصل نہ کر سکے تو آپ نے جو بطور فطرانہ ادا کیا۔ ایک روایت میں ہے

کان ابن عمر رضی اللہ عنہما لایخرج الا التمر فی زکوٰۃ الفطر۔ (موطا امام مالک ص۲۱۰ ج۱ مع تنویر الحوالک)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجوروں کے علاوہ اور کوئی چیز صدقہ میں نہیں دیتے تھے۔ ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ابن عمرؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب فراخی کر دی ہے اور گندم کھجور سے بڑھ کر ہے اس لئے آپ کو چاہیئے کہ کھجور کے بجائے گندم سے صدقہ فطر ادا کریں تو آپ نے جواب دیا

ان اصحابی سلکوا طریقاً فانا احب ان اسلکھا۔ (ابن حزم ج۶ ص۱۲۷)

صدقہ فطر کی ادائیگی میں جو راستہ میرے ساتھیوں نے اختیار کیا تھا میں بھی اسی پر چلنا پسند کرتا ہوں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اجناس کو انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے ان سے صدقہ فطر ادا کیا جا سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں لوگ عموماً جو، کھجور، منقہ اور پنیر وغیرہ بطور خوراک استعمال کرتے تھے اس لئے نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو انہی اجناس سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کنا نخرج فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفطر صاعاً من طعام و کان طعامنا الشعیر و الزبیب و الاقط والتمر۔ (بخاری)

نبی اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ہم اپنی خوراک سے ایک صاع بطور فطرانہ ادا کرتے تھے اور ہماری خوراک جو منقہ، پنیر اور کھجور ہوا کرتی تھی۔ اس لئے فطرانہ ہر اس جنس سے ادا کیا جا سکتا ہے جو سال کے بیشتر حصے میں بطور غذا استعمال ہوتی

ہے۔

قیمت ادا کرنا

ہمارے ہاں عام طور پر غرباء کی "ضرورت" کے پیش نظر فطرانہ کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے قیمت ادا کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ میں فطرانہ میں جنس ہی ادا کی جاتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فطرانہ کا جو مقصد "طعمۃ للمساکین" (مساکین کی خوراک) کا تقاضا یہی ہے کہ اشیاء خوردنی ہی فطرانہ میں دی جائیں۔ امام مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ صرف جنس ہی ادا کرنے کے قائل ہیں۔ محدثین کرام میں سے کسی نے بھی اس بات کی صراحت نہیں کی جس سے پتہ چلتا ہو کہ فطرانہ میں قیمت بھی دی جا سکتی ہے بلکہ محدث ابن خزیمہ نے ایک عنوان یوں قائم کیا ہے

باب اخراج جمیع الا طمعتہ فی صدقتہ الفطر والدلیل علی ضد قول من زعم ان الھلیلج والفلوس جائز اخراجھا فی صدقتہ الفطر۔ (صحیح ابن خزیمہ ص۸۹ ج۴)

اس باب میں صدقہ فطر کے طور پر ہر قسم کی اشیاء خوردنی ادا کرنے کا بیان ہے۔ نیز اس شخص کے خلاف دلیل ہے جو صدقہ فطر پیسے اور نقدی ادا کرنے کو جائز خیال کرتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے ابن عباس کا ایک قول نقل کیا ہے کہ رمضان کا فطرانہ ایک صاع طعام سے ادا کیا جائے جو گندم لے کر آئے گا، قبول کی جائے گی۔ نیز جو کھجور منقہ وغیرہ کو بھی قبول کیا جائے گا حتیٰ کہ ستو اور آٹے کا ذکر بھی

فرمایا ہے لیکن اس میں قیمت کا کوئی ذکر نہیں کیا جاسکا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ فطرانہ میں قیمت ادا کرنے سے ناآشنا تھے۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں

ولا تجزی قیمتہ اصلا لان کل ذالک غیرما فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیمة فی حقوق الناس لا یجوز الا بتراض منھما ولیس للزکوۃ مالک بعینہ۔ (محلی ابن حزم ج٦ ص١٣٧)

فطرانہ میں قیمت ادا کرنا بالکل ناجائز ہے کیونکہ قیمت کا ادا کرنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ نیز حقوق العباد میں فریقین کی رضامندی سے قیمت ادا کی جا سکتی ہے جب کہ زکوۃ کے وقت کوئی مالک نہیں ہوتا جس کی اجازت کا اعتبار کیا جائے۔

محدث العصر علامہ عبید اللہ رحمانی حفظہ اللہ لکھتے ہیں

صدقہ فطر میں قیمت نہ دی جائے بلکہ جنس ادا کی جائے البتہ کسی عذر کے پیش نظر قیمت ادا کی جاسکتی ہے۔ (مرعاۃ ص١٠٠ ج٤)

عذر کی صورت یوں ہو سکتی ہے کہ ایک شخص روزانہ بازار سے آٹا خرید کر استعمال کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بازار سے غلہ خرید کر صدقہ فطر ادا کرے بلکہ بازار کے نرخ کے مطابق اس کی قیمت ادا کردے۔

فطرانہ کی مقدار

ہر فرد کی طرف سے ایک صاع ادا کیا جائے۔ البتہ گندم سے نصف صاع ادا کرنے کی روایات بھی منقول ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں

كنانؤدی زكوٰة الفطر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم مدين من قمح۔ (مسند امام احمد ج٦ ص٣٥٠)
ہم نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں گندم سے دو مد یعنی نصف صاع بطور فطرانہ ادا کرتے تھے۔

- ابن تیمیہ لکھتے ہیں

وقدر الفطر صاع من التمرو الشعير واما من البرفنصف صاع۔ (اختیارات ص١٠٢)
فطرانہ کی مقدار کھجور اور جو سے ایک صاع ہے اور گندم سے نصف صاع ادا کیا جا سکتا ہے۔

ابن القیم نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے اور چند احادیث کے حوالہ سے اسے مضبوط کیا ہے۔ خوف طوالت کے پیش نظر ہم ان احادیث کا ذکر نہیں کر رہے۔ (ملاحظہ ہو زاد المعاد ھدیہ فی صدقتہ الفطر)

علامہ البانی لکھتے ہیں

ان الواجب فی صدقته الفطر من القمح نصف صاع۔ (اتمام المنة ص٣٨٧)
گندم سے نصف صاع فطرانہ ادا کرنا ضروری ہے۔

اس قسم کی افادیت اور آثار کے لئے (محلی ابن حزم ص۱۲۹ ج٦) کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

عرب میں دوسری اشیاء خوردنی کے مقابلہ میں گندم قیمتی ہوتی تھی اس لئے صاع کا اعتبار کیا گیا ہے ہمارے ہاں چونکہ عام دستیاب ہے اس لئے نصف صاع ہی ادا کرنا چاہیئے البتہ غریب اور نادار کے لئے نصف صاع کی گنجائش ضروری

ہے۔

صاع کا وزن

مد اور صاع وزن کے پیمانے نہیں ہیں بلکہ ماپ کے پیمانے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں وزن کے پیمانے بھی موجود تھے۔ لیکن آپ نے وزن کے بجائے ماپ کو منتخب فرمایا ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس سنت کا احیاء کیا جائے ویسے اس کا وزن اجناس کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ عام طور پر نبی اکرم ﷺ کے دور میں مد کی مقدار ۱.۳۳ رطل تھی۔ (فتح الباری ج۱ص ۳۰۴) اسی طرح صاع نبوی کی مقدار ۵.۳۳ رطل تھی۔ (فتح الباری ج۱ص ۳۰۵)

بنو امیہ کے دور میں حضرت ہشام نے ایک دوسرا مد رائج کیا جو نبی اکرم ﷺ کے مد سے دو تہائی بڑا تھا۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے مد سے فطرانہ ادا کرتے تھے حدیث میں ہے

كان ابن عمر يعطى زكوٰة رمضان بمد النبى صلى الله عليه وسلم المد الاول (بخارى كتاب كفارات الايمان باب صاع النبیؐ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے مد سے فطرانہ ادا کرتے تھے جو پہلا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہشام کے مد کو درخور اعتناء نہ سمجھا بلکہ پہلے مد کو استعمال کرتے تھے۔ ہشام کا رائج کردہ مد نبی اکرم ﷺ کے مد سے دو تہائی بڑا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

هو اكبر من مد النبى صلى الله عليه وسلم بثلثي رطل--- فان

المد الشامی رطلان۔ (فتح الباری ج۱۱ ص۵۹۸)
ہشام کا رائج کردہ مد نبی اکرم ﷺ کے مد سے ۲/۳ زیادہ تھا اور اس کی مقدار دو رطل تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے مد کی مقدار ۱.۳۳ رطل تھی۔

اس کے بعد اس میں مزید اضافہ کر دیا گیا۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں

کان الصاع علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مد او ثلثا بمد کم الیوم۔ (بخاری کتاب کفارات الایمان)
نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں صاع موجودہ رائج الوقت ۱.۳۳ مد کے برابر تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سائب کے حدیث بیان کرتے وقت مد میں بہت اضافہ کر دیا گیا تھا۔ یعنی اس وقت مد کی مقدار چار رطل تھی جس میں بقول حضرت سائب ایک تہائی بڑھانے سے ۵.۳۳ بن جاتا ہے جو صاع نبوی کی مقدار کے برابر ہے۔ یعنی اس میں تین گنا اضافہ کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج۱۱ ص۵۹۸)

احناف نے بنو امیہ کے ایجاد کردہ مد اور صاع کو معیاری قرار دیا ہے جب کہ محدثین نے صاع حجازی کا اعتبار کیا چنانچہ ابو قتیبہ مسلم بن قتیبہ بیان کرتے ہیں

قال لنا مالک مدنا اعظم من مدکم ولا نری الفضل الا فی مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال لی مالک لوجاء کم امیر فضرب مدا اصغر من مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بای شئی کنتم تعطون قلت کنا نعطی بمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افلا تری ان الامر انما یعود الی مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری کتاب کفارات الایمان)
امام مالک نے ہم سے کہا کہ ہمارا اہل مدینہ کا مد تمہارے مد سے زیادہ

باعظمت ہے ورہم تو اس مد کو افضل جانتے ہیں۔ جو نبی اکرم ﷺ کا مد تھا۔ امام مالک نے مجھ سے دوبارہ کہا کہ فرض کرو ایک اور حاکم آجائے جو نبی اکرم ﷺ کے مد سے چھوٹا مد رائج کردے تو تم فطرانہ وغیرہ کس سے ادا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ایسے حالات میں نبی اکرم ﷺ کے مد سے ادا کریں گے تو انہوں نے فرمایا کہ آخر کار تو نبی اکرم ﷺ کے مد کا اعتبار کیا جائے گا۔ (تو اب بھی اسی مد کا حساب رکھو۔ بنی امیہ کے مد سے تمہیں کیا غرض ہے؟)

اس وضاحت کے بعد امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے ایک عنوان پر نظر ڈالیے جو انہوں نے اس سلسلہ میں اپنی صحیح میں قائم کیا ہے۔ فرماتے ہیں

باب صاع المدینۃ و مد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و برکتہ ما توارث اھل المدینۃ من ذالک قرناً بعد قرنٍ۔ (کتاب کفارات ایمان)

اس باب میں اہل مدینہ کے صاع اور نبی اکرم ﷺ کے مد اور اس کی برکت کا بیان ہے۔ نیز اس صاع کا تذکرہ ہے جو اہل مدینہ میں نسل در نسل چلا آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ دیا کہ شرعی واجبات کی ادائیگی میں اہل مدینہ کا صاع پیش نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ ابتداً قانون سازی میں اس صاع کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ص ۵۹۷ ج ۱۱)

اب مد اور صاع کے ارتقائی مراحل پر نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

الف:۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں مد کی مقدار ۱.۳۳ رطل اور صاع کی مقدار ۵.۳۳ رطل۔

ب:۔ بنو امیہ کے دور میں مد کی مقدار ۲۔رطل اور صاع کی مقدار ۸۔رطل

ج:۔ عمر بن عبد العزیز کے دور میں مد کی مقدار ۴۔رطل اور صاع کی مقدار ۱۶۔رطل

عام طور پر نبی اکرم ﷺ کے صاع کو صاع حجازی اور بنو امیہ کے صاع کو صاع بغدادی یا عراقی کہتے ہیں اور صاع عراقی صاع حجازی سے ایک تہائی بڑا ہے۔

صاع حجازی کا وزن

ہمارے صاع حجازی کے وزن کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ عام طور پر ہمارے سامنے دو موقف ہیں۔ (الف) ۲سیر ۱۰چھٹانک ۳ تولہ ۴ماشہ تقریباً پونے تین سیر رائج الوقت تقریباً اڑھائی کلو ہے۔ (ب) ۲سیر ۴چھٹانک رائج الوقت تقریباً ۲ کلو سو گرام۔

مختلف فقہاء کی تصریح کے مطابق ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۵.۳۳رطل (صاع حجازی) کے ۴۸۰مثقال بنتے ہیں۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب کے مطابق ۴۸۰مثقال کے دو ہزار ایک سو ساٹھ ماشے ہوئے۔ چونکہ ایک تولہ میں بارہ ماشے ہوتے ہیں لہذا بارہ پر تقسیم کرنے سے ایک سو اسی تولہ وزن بنتا ہے۔ جدید اعشاری نظام کے مطابق تین تولہ کے پنتیس گرام ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ایک سو اسی تولہ وزن کے دو ہزار ایک سو گرام بنتے ہیں۔ یعنی صاع حجازی کا وزن دو کلو سو گرام ہے۔ پرانے وزن کے مطابق دو سیر چار چھٹانک ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر اور بھی قرائن و دلائل ایسے ہیں جن کے پیش نظر صاع حجازی کا وزن دو کلو سو گرام بنتا ہے۔

ہمارے اس وقت کی تائید اس پیمانہ صاع سے ہوتی ہے جو مولانا احمد اللہ

صاحب دہلوی مرحوم مدینہ منورہ سے لائے تھے جس کی مقدار بھی دو سیر چار چھٹانک تھی۔ نیز وہ مدینہ سے ایک مد بھی لائے تھے جس کی باقاعدہ سند تھی۔ اس کی مقدار بھی نو چھٹانک تھی۔ واضح رہے کہ ایک صاع میں چار مد ہوتے ہیں۔ نیز مولانا عبدالجبار مرحوم کے پاس بھی ایک صاحب مد لائے تھے اس کی مقدار بھی اتنی ہی تھی۔ (یہ معلومات فتاویٰ علمائے حدیث سے ماخوذ ہیں)

فطرانہ کا وقت

فطرانہ نماز عید پڑھنے سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ نماز کے بعد ادا کیا ہوا فطرانہ عام صدقہ شمار ہوگا۔ حدیث میں ہے

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزکوۃ الفطر قبل خروج الناس الی المصلیٰ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل العید)

رسول اللہ ﷺ نے عید گاہ جانے سے پہلے فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا فطرانہ عید سے دو تین دن پہلے تحصیلدار کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے۔

ان ابن عمر رضی اللہ عنہما یبعث زکاۃ الفطر الی الذی یجمع عندہ قبل الفطر بیومین اوثلاثہ۔ (مؤطا امام مالک مع تنویر ص۲۱۰۔ ج۱)

فطرانہ کا مصرف

اس کے حقدار صرف وہ فقراء ومساکین ہیں جو مسلمان ہوں۔ اگر ان سے بچ رہے تو زکوٰۃ کے دوسرے مصارف پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فطرانہ صرف مساکین پر تقسیم کرتے تھے۔ زکوٰۃ کے جو آٹھ